آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ۔ لو تمھیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۰ | بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۱ء | نمبر ۲

چندہ سالانہ: عوام سے عا — طلباء سے عہ

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ - فروری سنہ ۱۹۱۱ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

اسلام*

پیشتر اس کے کہ میں اصل مضمون کو شروع کروں۔ میں یہ اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ تمام احمدیہ قوم کی طرف سے کنونشن آف ریلیجنس (جلسہ مذاہب) کے معزز بانیان کا شکریہ ادا کروں جن کی قابل تعریف کوششوں سے اس کنونشن کا دوسرا جلسہ الہ آباد میں قائم ہوا۔ فی الحقیقت احمدیہ جماعت اس کنونشن کے ذریعہ اپنے مقدس امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی اس خواہش کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ رہی ہے جو عرصہ دراز سے آپ کے دل میں تھی اس آخری زمانہ کے مصلح کی یہ بڑی خواہش تھی کہ مختلف مذاہب کے لیڈر ایک جگہ جمع ہو کر ایک ہی پلیٹ فارم سے اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں۔ اور کوئی شخص دوسرے مذاہب کے بانیوں یا مقدس کتابوں پر حملہ نہ کرے۔ اس تجویز کے پیش کرنے سے آپکی غرض یہ تھی کہ آجکل جو مذہبی عداوت اور قومی نفرت کا بازار گرم ہے وہ ٹھنڈا ہو کر اسکی جگہ

---

* یہ اس انگریزی مضمون کا ترجمہ ہے جو حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ نے جلسہ ہذا الہ آباد کیلئے تحریر فرمایا اور جناب مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ نے ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء کو جلسہ ہذا کو پڑھ کر سنایا

دوستانہ اتحاد اور برادرانہ محبت کا بیج بویا جاوے۔ آج سے پندرہ سال پہلے یعنی ۱۸۹۵ء میں جبکہ احمدیہ فرقہ ابھی ابتدائی حالت میں تھا آپنے ایک اشتہار شائع کیا جس کا مدعا یہ تھا کہ مذہبی تحقیق کیلئے ایک کانفرنس یعنی مجلس قائم کی جاوے جس کا صدر مقام قادیان ہو اور مختلف مذاہب کے علماء و فضلاء ایک مجلس میں جمع ہوکر اور تعصب و ضد سے خالی ہوکر اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں اور ایک دوسرے کے دلائل کو ٹھنڈے دل سے سنیں اور اُنپر غور کریں۔

اُس اشتہار میں اس کانفرنس کے اجلاسوں کی کارروائی کے لیئے ایک قاعدہ آپنے یہ تجویز کیا تھا کہ کوئی صاحب اپنی تقریر میں کسی دوسرے مذہب کا ذکر کنایۃً یا اشارۃً بھی نہ کریں۔ مگر بعض ایسے وجوہات سے جنکا ذکر کرنا میں یہاں مناسب نہیں سمجھتا اس مجوزہ کانفرنس کا انعقاد نہ ہوسکا مگر فرقہ احمدیہ کے بانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی خواہش کو خدائے تعالیٰ نے اس رنگ میں پورا کردیا کہ دوسرے سال ہی دسمبر میں جلسہ اعظم مذاہب مقام لاہور میں قائم ہوا اور جو پرچہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طرف سے اُس جلسہ میں پڑھا گیا وہ نہایت مقبول ہوا اور تمام فرقوں اور قوموں کے لوگوں نے اُس کو سُنکر بلا اختیار نہایت مسرت اور خوشی کا اظہار کیا۔ مگر افسوس ہے کہ جلسہ اعظم مذاہب (دھرم مہوتسو) کا اس کے بعد کوئی دوسرا اجلاس نہ ہوا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آج کل لوگوں میں مذہبی امور کی طرف بہت ہی کم توجہ ہے۔ اس سے دو سال بعد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اُسی تڑپ کی وجہ سے جو آپ کو مختلف مذاہب کے لوگوں میں صلح کے خیالات پھیلانے کے بارے میں تھی ایک میموریل برٹش گورنمنٹ کی خدمت میں بھیجا۔ اور اُس میں سرکار انگریزی سے یہ درخواست کی کہ چونکہ مذہبی مباحثات میں بعض لوگ حد سے بڑھ جاتے ہیں اور سرکار

انگریزی نے جو مذہبی آزادی دے رکھی ہے اُس سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر عداوت اور بُغض اور بدامنی کا بیج بو رہے ہیں۔ اس لیئے بعض ایسے قواعد پاس کیئے جاویں جن سے اِس بدی کا انسداد ہو اور اس کے لیئے عملی تجاویز پیش کیں مگر گورنمنٹ ان تجاویز پر عمل نہ کر سکی۔ پھر بھی اِس صلح کے رسول کا حوصلہ کچھ کم نہ ہوا اور اُس نے ۱۹۰۸ء میں اپنا صلح کا پیغام پھر پبلک کو پہنچایا مگر پیشتر اس کے کہ آپ کا یہ **پیغام صلح** چھپکر شائع ہو سکے وہ صلح کا پیغام پہنچانے والا اس عالم سے رخصت ہو کر اپنے **رفیق اعلیٰ** سے جا ملاقی ہو۔ اور اُس کا **پیغام صلح** اُسکی رحلت کے بعد شائع ہوا۔ اُس **پیغام صلح** میں آپ نے جو اصول صلح کی بنیاد ڈالنے کے لیئے پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے مختلف ممالک میں مختلف کتابوں کے ذریعہ جو مختلف قوموں میں مختلف نبیوں اور رسولوں پر نازل ہوئیں اپنے تئیں ظاہر کیا ہے۔ اور یہ کہ خدائے تعالیٰ کے مکالمات اور الہامات کا سلسلہ کبھی بند نہیں ہوا اور نہ آئندہ کبھی بند ہوگا۔ اور آپ نے اس پیغام میں کُل قوموں کو مدعو کیا ہے کہ وہ اس اصول کو قبول کریں تا صلح کی بنیاد محکم طور پر قائم ہو جاوے یہی وجہ ہے کہ احمدیہ سلسلہ اس مذہبی کنونشن میں نہایت ہی گہری دلچسپی لیتا ہے جس کے پہلے اجلاس کا اعلان **پیغام صلح** کے شائع ہونے سے صرف ۶ ماہ بعد ہوا۔

اسلام کی تصویر آپ صاحبان کے سامنے پیش کرتے ہوئے میں اُس اصول کی پیروی کروں گا جو سب سے پہلے سلسلہ احمدیہ کے مقدس بانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے قائم کیا اور وہ اصول یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو دعویٰ اپنے مذہب کے متعلق پیش کرے اُس کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ اُس دعویٰ کو اپنی ہی الہامی کتاب میں سے پیش کرے اور جو دلیل اُس دعوے کے ثبوت میں پیش کرے وہ دلیل بھی اُسی الہامی کتاب میں سے پیش کرنی چاہیئے تا ایسا نہ ہو کہ مدعی سُست۔ گواہ چست کی مثل صادق آئے۔ پس اسی اصول کے مطابق میرے تمام دعاوی اور دلائل قرآن شریف سے ہی ماخوذ اور اُسی پر مبنی ہونگے۔ درحقیقت یہ نہایت ہی ضروری امر ہے کہ

ہر ایک شخص جو کسی کتاب کو الہامی سمجھتا ہے اور اُس کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے اُسے چاہیئے کہ اپنے مذہب کے اصول کی تشریح کرتے ہوئے اس الہامی کتاب سے باہر نہ جائے یا ایسے دلائل پر انحصار نہ کرے جو اُس کی مسلّمہ الہامی کتاب میں نہیں پائے جاتے۔ یہ ایک ایسا اصول ہے کہ اس کی پابندی کرنے سے ایک مذہب کی حقیقت بہت جلد کھُل سکتی ہے۔

مَیں نے اپنے مضمون کا عنوان "محمدی مذہب" کی بجائے "اسلام" تجویز کیا ہے کیونکہ یہی نام قرآن مجید میں اس مذہب کو دیا گیا ہے۔ یہ اس مذہب کی پہلی خصوصیت ہے کہ جس نام سے یہ مذہب مشہور ہے وہ اُس کے پیرؤوں نے بعد میں بانی مذہب کے نام پر تجویز نہیں کیا بلکہ جس مذہب کی ایک مسلمان پیروی کرتا ہے وہ ایسا مذہب ہے کہ خود اُس کتاب میں اُس کے لیئے ایک نام تجویز کیا گیا ہے جس کو وہ الہامی کلام مانتا ہے چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچا دین اسلام ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا ہے وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (مائدہ۔ ۱) یعنی خدائے تعالیٰ نے تمہارے لیئے الاسلام کا دین پسند کیا ہے۔ علاوہ ازیں اسلام کا نام ایک پُر معنی نام ہے بلکہ یہ نام تمام قرآن کی تعلیم کا ایک خلاصہ ہے اس کے اصلی معنے ہیں صلح کرنا اور صلح اسلام کی کُل تعالیم کی روح ہے۔ قرآن مجید کے رُو سے مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے صلح کرلے جیساکہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ (بقرہ۔ ۱۳) اور چونکہ وہ خدائے تعالیٰ سے پوری صلح رکھتا ہے۔ اس لیئے اُسکو ہمیشہ اطمینان قلب اور راحت حاصل رہتی ہے۔ (وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ۔ نحل۔ ۱۴) جب ایک مسلمان دوسرے بھائی کو ملتا ہے تو اُسے سلام یعنی صلح ہی کا تحفہ دیتا ہے اور بہشت میں بھی مسلمان ایک دوسرے کی ملاقات کیوقت سلام ہی کہیں گے۔ جیساکہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَتَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ (یونس۔ ۱) یعنی بہشت میں اہل جنّت کی دعائے ملاقات سلام ہوگی۔ بلکہ جس

بہشت کا قرآن شریف نے نقشہ کھینچا ہے اُس میں سوائے سلام کے اور کوئی بات نہ ہوگی۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِیْمًا اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝ (واقعہ - ۱) یعنی جنّت والے بہشت میں کوئی بیہودہ یا گناہ کی بات نہیں سُنیں گے مگر یہی کہنا کہ سلام ہے سلام ہے قرآن شریف میں اَلسَّلَامُ خدائے تعالیٰ کا ایک نام ہے جس کے معنے ہیں امن اور سلامتی کا سرچشمہ۔ (حشر - ۳) اور جس منتہیٰ کی طرف اسلام بلاتا ہے اُس کا نام بھی دارالسلام ہے یعنی سلامتی کا گھر۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ ط۔ (یونس - ۳) یعنی اللہ تعالیٰ سلامتی کے مقام کی طرف بلاتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ سلامتی اور صلح اسلام کے مذہب کی روح ہے کیونکہ سلامتی ہی اس کا سرچشمہ ہے جس سے یہ پیدا ہوتا ہے اور سلامتی ہی اُس کا ثمرہ ہے جو اس سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے اسلام سب سے بڑھ کر ایک صلح اور سلامتی کا مذہب ہے اور اس سلامتی اور صلح کی تعلیم پر احمدیہ سلسلہ خصوصیت کے ساتھ زور دیتا ہے۔

اسلام کے اصول پر بحث کرنے سے پہلے مَیں چاہتا ہوں کہ آپ صاحبان کی توجہ اسلام کی ایک اور خصوصیت کی طرف پھیروں۔ یہ کہ دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب اپنی اصلیت کے لحاظ سے ایک ہیں اور شکل میں مختلف۔ یہ ایک ایسی سچائی ہے جس کو آجکل عام طور پر قبول کیا جاتا ہے مگر جب اسلام دنیا میں نمودار ہوا اُس وقت اِس صداقت کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ اِس روشن صداقت کے لیئے مقدر تھا کہ اس کا سب سے پہلے ایک ایسے شخص کے مُنہ سے اعلان کیا جاوے جو ایک ایسے ملک کا رہنے والا تھا جو کبھی کسی مہذّب قوم کے زیر اثر نہیں رہا تھا اور جو بیرونی دنیا سے کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا۔ اُس ملک کے باشندے مدّت سے غیر ممالک کے باشندوں کو گویائی کی قوت سے محروم خیال کرتے تھے اور جو لفظ انہوں نے غیر ملک کے باشندوں کے لیئے تجویز کیا ہوا تھا یعنی عجم

اُسی لفظ کے معنے گونگے اور بے زبان کے بھی تھے۔ ایسے ملک میں مذہب اسلام پیدا ہوا اور یہی مذہب تھا جس نے قومی علیحدگی کے برخلاف آواز اٹھائی اور یہ قومی علیحدگی اگرچہ ہر ایک جگہ موجود تھی مگر سب سے بڑھکر یہ روح اہل عرب کی قوم میں پائی جاتی ہے جو سب دنیا سے بالکل الگ تھلگ ہو کر رہتے تھے۔ پہلا لفظ جو ایک مسلمان کو سکھایا جاتا تھا وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی خاص قوم یا خاص قبیلہ یا فرقہ کا رب نہیں بلکہ تمام نوع انسان اور تمام عالمین کا رب ہے۔ اور اسلیئے پہلی شرط اسلامی برادری میں داخل ہونیکی یہ تھی کہ انسان نہ صرف اُس وحی کی صداقت پر ایمان لائے جو اسلام کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوئی بلکہ جو کچھ اُس نبیؐ کے ظہور سے پہلے دنیا کے تمام انبیاءؑ پر نازل ہوا اُس سب پر ایمان لائے ابتداء ہی میں قرآن مجید کھُلے الفاظ میں یہ بیان کرتا ہے کہ اسکی ہدایتیں صرف ایسے لوگوں کے لیئے رہنمائی کا موجب ہونگی جو اُس وحی پر ایمان لائیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اُتاری گئی اور نیز جو کچھ اس نبیؐ سے پہلے اُتارا گیا اُسپر ایمان لاویں۔ وہ آیت کریمہ یہ ہے اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ (بقرہ - ۱) جا بجا قرآن مجید کی نسبت فرمایا ہے مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یعنی یہ اُس سچائی کی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے موجود ہے۔ اس لیئے ایک مسلمان نہ صرف قرآن شریف کی صداقت پر ایمان لاتا ہے بلکہ وہ تمام الہامی کتابوں پر ایمان لاتا ہے خواہ وہ کسی ملک میں اور کسی زمانہ میں نازل ہوئی ہوں۔ وہ نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے بلکہ وہ تمام انبیائے عالم کو خدا کی طرف سے مامور اور خدا کے فرستادے یقین کرتا ہے خواہ وہ کسی قوم کے نبی ہوں اور کسی زمانہ میں مبعوث ہوئے ہوں۔ یہ خیال کرنا ایک غلطی ہے کہ قرآن کریم صرف اُنہی انبیاءؑ کو خدا کی طرف سے بیان کرتا ہے جو قومِ اسرائیل میں پیدا ہوئے۔ اور یہ کہ اُس کے نزدیک الہامی کتابیں صرف توریت۔ زبور اور انجیل ہی ہیں۔ قرآن مجید کھُلے الفاظ میں فرماتا ہے

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔ یعنی کوئی ایسی قوم نہیں جس میں کوئی نذیر (خدا کی طرف سے ڈرانے والا) نہ گذرا ہو۔ (فاطر - ۳) اور اس سے چند آیات آگے چلکر فرماتا ہے وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ۔ (فاطر - ۴) یعنی جو کتاب ہم نے تیری طرف وحی کی ہے وہ حق ہے اور جو سچائیاں اس کے پہلے موجود ہیں اُنکی تصدیق کرتی ہے۔ اور چونکہ دنیا کے تمام انبیاءؑ کے نام قرآن مجید میں مذکور نہیں ہیں جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (مومن - ۸) یعنی ہم نے تجھ سے پہلے رسول بھیجے۔ اُن میں سے بعض کا ذکر ہم نے تجھے سنایا ہے اور بعض کا ذکر تجھے نہیں سنایا اس لئے ایک مسلمان کے اعتقاد کو مندرجہ ذیل عام الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۝ (بقرہ - ۴۰)

پس احمدیہ سلسلہ کا مقدس بانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) قرآن شریف کی صریح تعلیم کے باہر نہیں گیا جب آپنے یہ اعلان کیا کہ "قرآن مجید اپنے پیروؤں کے لیئے یہ لازمی ٹھہراتا ہے کہ وہ اُن تمام انبیاءؑ کو قبول کریں جن کو انسانی نسل کی ایک عظیم تعداد نے قبول کیا ہے" اور جبکہ آپنے اس سے بھی زیادہ کھلے الفاظ میں یہ اعلان کیا کہ "وہ مقدس نفوس جن کے ذریعہ آریہ ورت کے لوگوں کو ہدایت پہنچائی گئی اور آریہ قوم کے دیگر راستباز لوگ جیسے رام چندرؑ اور کرشنؑ یہ سب خدائے تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے جنپر اُس نے اپنا فضل نازل فرمایا اور جنپر اُس نے اپنی برکات کی بارش برسائی"۔

اس لیئے اسلام کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اپنے پیروؤں سے

یہ منواتا ہے کہ دنیا کے تمام بڑے بڑے ادیان جو اسلام سے پہلے دنیا میں موجود تھے اُن سب کی بنیاد الہام الٰہی پر تھی۔ اور اس طرح اسلام جیسا کہ اس کا نام ظاہر کرتا ہے دنیا کے تمام مذاہب کے درمیان صلح اور اتحاد کی بنیاد ڈالتا ہے۔ قرآن کریم کے رو سے دنیا کے تمام مذاہب کا سرچشمہ ایک ہی ہے جس سے وہ شروع ہوتے ہیں یعنی الہام الٰہی۔ مگر اسلام کا بڑا کام صرف یہی نہیں تھا کہ وہ اس نئی صداقت کا وعظ کرے جس کا پہلے کسی شخص نے وعظ نہیں کیا تھا بلکہ اسلام کا کام یہ بھی ہے کہ وہ اُن غلطیوں کی اصلاح کرے جو مرور زمانہ کی وجہ سے پہلی مذہبوں میں داخل ہوگئی تھیں۔ اور صداقت کو جھوٹ اور غلطی سے الگ کردے اور نیز یہ کہ وہ اُن صداقتوں کا وعظ کرے جن کا سوسائٹی کے خاص حالات کی وجہ سے اور نوع انسان کی ابتدائی حالت کے سبب کسی نبی نے پہلے وعظ نہیں کیا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تمام سچائیاں جو پہلے کسی ملک کی کسی الہامی کتاب میں پائی جاتی تھیں اُن سب کو انسان کی ہدایت کیلیے ایک جگہ جمع کردے اس لیے اسلام یہ امر اپنے لیے بطور امتیازی نشان کے پیش کرتا ہے کہ وہ آخری شریعت اور کامل ہدایت ہے چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۝ (مائدہ - ۵) یعنی آج میں نے تمھارا دین تمھارے لیے کامل کردیا ہے اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کردیا ہے اور میں نے اسلام کا دین تمھارے لیے پسند کیا ہے۔ جو بات اسلام میں اور باقی ادیان میں مشترک ہے وہ یہ ہے کہ یہ اُنکی طرح ایک الہامی مذہب ہے اور اسلام میں اور دوسرے مذاہب میں فرق یہ ہے کہ اسلام کی الہامی کتاب قرآن مجید خدائے تعالیٰ کا آخری اور کامل الہام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جس پر یہ کامل اور جامع کلام نازل ہوا اُس کا نام خاتم النبیین رکھا گیا اور اُس آخری کتاب کی نسبت کہا گیا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ یعنی

پاک صفحات جن میں تمام درست کتابیں شامل ہیں۔ (بیِّنہ)

جہانتک اس مضمون کا دائرہ مجھے اجازت دیتا تھا میں اس بارے میں کہ دنیا کے مذاہب میں اسلام کیا درجہ رکھتا ہے اور دنیا کی الہامی کتابوں سے قرآن مجید کو کیا نسبت ہے، کافی بیان کرچکا ہوں مگر میں چاہتا ہوں کہ اپنے مضمون کے لیئے بطور تمہید کے اسلام کی ایک اور خصوصیت کا یہاں ذکر کردوں۔ اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ اسلام بلاشک وشبہ ایک تاریخی مذہب ہے اور بانی اسلام (علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام) ایک تاریخی انسان ہے۔ یہ ایک ایسا امر ہے کہ دوست و دشمن دونوں کے نزدیک مسلّم ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر ایک واقعہ ہم تاریخ کی مدد سے پڑھ سکتے ہیں۔ اور قرآن مجید جوکہ اسلام کے تمام روحانی۔ اخلاقی اور تمدنی قواعد کا سرچشمہ ہے بقول باسورتھ سمتھ "ایک ایسی کتاب ہے جوکہ اپنے اصل اور اپنی حفاظت کے لحاظ سے بالکل بے نظیر ہے اور جس کے مستند اور صحیح ہونے کی نسبت کوئی شخص شبہ نہیں کرسکتا۔" میور بھی اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ "دنیا بھر میں غالباً کوئی اور ایسی کتاب نہیں جو ۱۲۰۰ سال تک ایسی محفوظ رہی ہو جیسا کہ قرآن مجید۔ اور وہ وان ہیمر کے اس قول کی تصدیق کرتا ہے" کہ جیسا مسلمانوں کو اس امر کا یقین ہے کہ قرآن مجید خدائے تعالیٰ کا کلام ہے ایسا ہی ہمیں یقین ہے کہ یہ بعینہٖ وہی قرآن ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منہ سے نکلا" یعنی اس میں کسی قسم کا کوئی تغیر واقع نہیں ہوا۔ چونکہ ہر ایک مسلمان کے پاس ایک ایسی الہامی کتاب ہے جو صدہا سال سے بالکل محفوظ چلی آتی ہے جس میں اس کی روحانی اور اخلاقی بہتری کے لیئے کامل ہدایتیں موجود ہیں اور چونکہ اس کے سامنے ایک ایسے عظیم الشان اور مقدس نبی کا نمونہ موجود ہے جسکی زندگی میں اس کو ہر ایک موقع اور ہر ایک کام کے لئے مثالیں ملتی ہیں اسلیئے اسکو یقین ہے کہ اس نے کسی ایسی سچائی کو ترک نہیں کیا جوکسی قوم پر کسی زمانہ میں نازل ہوئی اور اس نے کسی ایسی خوبی کو رد نہیں کیا جوکسی نیک انسان کی زندگی میں ملتی ہے۔ اسطرح وہ نہ

صرف تمام الہامات کی صداقت پر ایمان لاتا اور تمام قوموں کے مقدس لیڈروں کو قبول کرتا ہے بلکہ وہ آخری اور کامل الہام کی پیروی کر کے اُن تمام مستقل اور دائمی سچائیوں کی بھی پیروی کرتا ہے جو دنیا کی الہامی کتابوں میں پائی جاتی ہیں اور سب سے اکمل اور احسن اُسوہ کی پیروی کر کے وہ تمام نیک آدمیوں کی اُنکے نیک کاموں میں پیروی کرتا ہے اور یہ کامل اُسوہ وہ ہے جس کے تمام فعل بقول باسورتھ سمتھ جہاں تک ممکن ہو سکتا ہے ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔

اسلام کے بڑے بڑے اصول قرآن مجید کے ابتدا ہی میں بیان کیئے گئے ہیں سورہ بقرہ کے ابتدا میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ یہ کتاب (اس میں کچھ شک نہیں) متقیوں کے لیئے ہدایت ہے۔ یعنی اُنکے لیئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ نماز کو قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُنکو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ جو ایمان لاتے ہیں اُس پر جو تیری طرف اُتارا گیا اور اُس پر جو تجھ سے پہلے اُتارا گیا اور جن کو آخرت پر یقین ہے۔ ان آیات میں اُن ضروری اصول کا ذکر ہے جو ہر ایک مسلمان کو ماننے پڑتے ہیں۔ ان آیات میں تین ضروری اعتقادوں کا ذکر ہے اور دو بڑے بڑے اعمال کا۔ پیشتر اسکے کہ میں اِن پانچ امور پر یکے بعد دیگرے بحث کروں میں اتنا ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلام میں صرف اعتقاد کچھ حیثیت نہیں رکھتا جبتک کہ اسکے ساتھ عمل نہ ہو۔ قرآن مجید میں بار بار مومنوں کی تعریف میں لکھا ہے:۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی وہ جو ایمان لاتے ہیں اور نیک اعمال بجالاتے ہیں۔ اعتقاد صحیح کی مثال ایک بیج کی طرح ہے اور یہ بیج بڑھکر اُسی صورت میں ایک درخت بن سکتا ہے جبکہ اُس کو زمین میں سے غذا حاصل ہو یہ غذا ایمان کے بیج کو اعمال صالحہ کے ذریعہ پہنچتی ہے۔

ایک اور بات جو اِن پانچ اصول اعتقادی و عملی کے متعلق یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ ان پانچوں امور کو تمام نسل انسان کسی نہ کسی رنگ میں ضرور مانتی ہے یہ پانچ اصول جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے یہ ہیں (۱) خدا کی ہستی پر ایمان جو غیب ہے (۲) الہام الٰہی پر ایمان (۳) آخرت پر ایمان (۴) عبادت الٰہی جو محبت الٰہی کا سرچشمہ ہے (۵) صدقہ و خیرات اپنے وسیع معنوں میں۔

اِن پانچ امور میں سے آخری دو اعمال کے متعلق ہیں اور ان میں سے ایک کا تعلق حق اللہ سے ہے اور دوسرے کا تعلق حقوق العباد اور دیگر مخلوقات کے حقوق سے ہے۔ یہ پانچ امور اعتقادی اور عملی ایسے ہیں جن کو اصولی طور پر کل قومیں تسلیم کرتی ہیں اور دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کی بنیاد انہی پر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے یہ پانچ بنیادی اصول انسانی فطرت کے صفحہ پر نقش کیئے ہوئے ہیں۔ اس لیئے انکے قبول کروانے کے لیئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں بجز اس کے کہ کل نسل انسان عام طور پر ان کو قبول کرتی ہے اور یہ کہ یہ اصول انسان کی فطرت میں نہایت گہرے طور سے گڑے ہوئے ہیں۔ اب میں انپر قرآنی تفصیل کے مطابق علیحدہ علیحدہ بحث کرتا ہوں۔

(۱) تین اعتقادی امور میں سے پہلا امر خدائے تعالیٰ کی ہستی کا اعتقاد ہے۔ انسان سے ایک بالاتر ہستی پر اعتقاد ابتدا ر سے جہانتک تاریخ کے ذریعہ ہمیں پتہ ملتا ہے چلا آتا ہے مگر مختلف قومیں مختلف زمانوں اور مختلف ممالک میں خدائے تعالیٰ کی نسبت مختلف قسم کے تصور رکھتی رہی ہیں اوّلاً اسلام ایک ایسے خدا کو پیش کرتا ہے جو تمام قومی دیوتوں اور مقامی معبودوں سے بالاتر ہے۔ اسلام کا خدا کسی خاص قوم کا خدا نہیں جو صرف اسی قوم کی پرورش کرے بلکہ اُس کو قرآن شریف کے ابتدا ر میں ہی رب العلمین یعنی سب عالموں کا رب بیان کیا گیا ہے۔ اسطرح ایک طرف تو خدائے تعالیٰ کی ربوبیت کو وسیع قرار دیا گیا ہے اور دوسری طرف اخوت کے دائرہ کو ایسی وسعت دی گئی ہے کہ روئے زمین کی تمام قومیں اس میں شامل ہوگئی ہیں اور اسطرح انسانی ہمدردی کے احاطہ کو بہت وسعت

دی گئی ہے۔ قرآن کریم کا بڑا مضمون جس کو بہت زور سے بیان کیا گیا ہے وہ توحید الٰہی کا مضمون ہے۔ خدائے تعالیٰ کی ذات میں خالص وحدانیت ہے، جس میں کسی قسم کی شرکت یا کثرت کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ اسلام میں توحید خدائے تعالیٰ کے تصور کی کلید ہے۔ اسلام اس بات سے انکار کرتا ہے کہ خدا میں ایک سے زیادہ اشخاص یا اقنوم شامل ہیں اور وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ دنیا کے معاملات میں اُس کے ساتھ کوئی اور ہستی بھی شریک ہے۔ نہایت ہی اعلیٰ اور نہایت ہی کامل صفات اسکی طرف منسوب ہیں مگر رحمت کی صفت سب صفات پر غالب ہے۔ قرآن شریف کی ہر ایک سورۃ الرحمٰن اور الرحیم کے ناموں کے ساتھ شروع ہوتی ہے جن الفاظ کے ساتھ ان ناموں کا انگریزی اور اردو زبان میں ترجمہ کیا جاتا ہے وہ خدائے تعالیٰ کے اُس وسیع اور بلیغ رحم کو پورے طور پر ظاہر نہیں کرتے جو کہ رحمٰن اور رحیم کے ناموں میں پایا جاتا ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ (اعراف - ۱۹) یعنی میری رحمت ہر ایک چیز کو جو وہم میں آسکتی ہے گھیرے ہوئے ہے۔ اس لیئے جس رسول نے خدائے تعالیٰ کی اس عالمگیر رحمت کا وعظ کیا اُسے قرآن شریف میں نہایت مناسب طور پر رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیاء - ۷) کے لقب سے پکارا گیا ہے۔ توحید الٰہی کے اس یگانہ واعظ کے وہم و گمان میں بھی کبھی ایسا خدا نہیں آسکتا تھا جو ہر ایک موجود چیز کا پیدا کرنے والا نہ ہو۔ خدائے تعالیٰ کی قدرت اور علم میں اس قسم کی کمی ڈالنا اُس نبی کے نزدیک خدائے تعالیٰ کی طرف ایک ایسا عیب منسوب کرنا تھا جس سے اُس کی عظمت اور علوّ شان بالکل مٹ جاتے۔ قرآن شریف کی چھوٹی سورتوں میں سے ایک سورۃ کے آخری کلمات اسطرح پر ہیں۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۝ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ (حشر - ۳) وہ ہے اللہ جس کے سوا کوئی

معبود نہیں پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا۔ بادشاہ۔ بہت پاک۔ سلامتی کا سرچشمہ۔ امن کا دینے والا۔ سب کا نگہبان۔ غالب۔ ہر ایک نقصان کی تلافی کرنے والا۔ ہر ایک بڑائی کا مالک اللہ پاک ہے اُس چیز سے جسکو اُس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔ وہ ہے اللہ ہر ایک چیز کا بنانے والا۔ تمام موجودات کا پیدا کرنے والا۔ اور تمام صورتوں کا بنانے والا۔ تمام خوبصورت اور اعلیٰ نام جو وہم میں آسکتے ہیں اُس کی طرف منسوب ہیں۔ ہر ایک چیز جو آسمان میں یا زمین پر ہے اُسی کی تسبیح کرتی ہے اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ وہ ہر ایک چیز کو سننے والا۔ ہر ایک چیز کو دیکھنے والا۔ ہر ایک مصیبت سے نجات دینے والا۔ فیاض۔ مہربان۔ بخشنے والا۔ اور قریب ہے جو نیکی کو پسند کرتا اور بدی سے نفرت کرتا ہے۔ اور جو تمام انسانی اعمال کا محاسبہ لے گا۔

پس اسلام اگرچہ دوسرے مذاہب کی طرح خدائے تعالیٰ کی ہستی پر اپنی بنیاد رکھتا ہے مگر اس میں اور دوسرے مذاہب میں یہ فرق ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کی ذات کی طرف ایک خالص وحدانیت منسوب کرتا ہے جس میں کسی قسم کی شراکت کی گنجائش نہیں اور وہ خدائے تعالیٰ کی قدرت اور اُسکے علم پر کوئی اس قسم کی حدبندی نہیں کرتا جیسی کہ خدائے تعالیٰ کو روح اور مادہ کا خالق نہ ماننے سے لازم آتی ہے۔ اور نہ وہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کسی انسان کی شکل میں ڈھل سکتا ہے۔ اگر نسلِ انسان عام طور پر خدائے تعالیٰ کی ہستی کو مانتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ ایسی کامل اور خوبصورت اور اعلیٰ صفات والے خدا سے نفرت کرے جس کو اسلام پیش کرتا ہے۔

(۲) دوسرا اعتقادی اصول جس کو اسلام پیش کرتا ہے وہ الہام الٰہی پر ایمان ہے اور یہ ایمان صرف اُسی وحی الٰہی تک محدود نہیں جو قرآن شریف میں پائی جاتی ہے بلکہ اس میں تمام زمانوں اور روئے زمین کی تمام قوموں کے الہامات شامل ہیں۔ اگرچہ تمام مذاہب کی بنیاد الہام الٰہی پر ہے۔ مگر اسلام کے سوا دوسرے مذاہب میں کسی نہ کسی رنگ میں الہام الٰہی کی حدبندی کی گئی ہے۔ بعض مذاہب کے پیرؤوں کا یہ اعتقاد ہے

کہ الہام صرف ایک ہی مرتبہ ہوا۔ بعض اُس کو صرف خاص قوم تک محدود خیال کرتے ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ ایک خاص زمانہ کے بعد الہام کا دروازہ مسدود ہو چکا ہے۔ مگر اسلام جیسا کہ خدائے تعالیٰ کی قدرت علم۔ ربوبیت اور دیگر صفات کو وسیع بیان کرتا ہے ایسا ہی اُس میں الہام الٰہی کے متعلق بھی وسیع خیالی پائی جاتی ہے۔ قرآن مجید الہام کے بارے میں نہ زمانہ کے لحاظ سے کوئی حد بندی قائم کرتا ہے اور نہ مورد الہام کی قومیت کے لحاظ سے وہ کسی حد بندی کو تسلیم کرتا ہے۔ اس کے رُو سے تمام قوموں پر ایک نہ ایک زمانہ میں الہام الٰہی نازل ہوا اور یہ الہام الٰہی کے دروازہ کو اب بھی اور آئندہ کے لیئے بھی اسی طرح کھلا ہوا بتاتا ہے جیسا کہ زمانہ ماضی میں کھلا ہوا تھا۔ الہام الٰہی کی مدد کے بغیر کوئی قوم خدا رسیدہ نہیں بن سکتی تھی۔ اس لیئے یہ ضروری تھا کہ خدائے تعالیٰ جو تمام دنیا کا رب ہونیکی وجہ سے تمام انسانوں کے لیئے بلا امتیاز قوم و ملک جسمانی ضروریات کا سامان مہیا کرتا تھا۔ اُسی طرح اُنکی روحانی ضروریات کا سامان بھی اُنکے لیئے مہیّا کرتا۔ پس اگرچہ دوسرے مذاہب الہام الٰہی کے وجود کو ماننے میں اسلام کے ساتھ شریک ہیں مگر اسلام اُنکی طرح کسی پہلو سے وحی الٰہی کی حد بندی جائز نہیں سمجھتا۔

ایک اور پہلو کے لحاظ سے بھی الہام الٰہی کے متعلق اسلامی عقیدہ دوسرے مذاہب کے اعتقاد سے ممتاز ہے۔ اور وہ امتیاز یہ ہے کہ وہ اس بات سے انکار کرتا ہے کہ خود خدائے تعالیٰ انسان کی شکل اختیار کر کے ہمارے درمیان میں ظاہر ہو۔ یعنی وہ خدائے تعالیٰ کے تجسم کے عقیدہ کی تکذیب کرتا ہے۔ یہ بات عام طور پر قبول کی جاتی ہے کہ مذہب کا سب سے اعلیٰ مقصد خدائے تعالیٰ سے ملنا ہے۔ اسلام کے رُو سے یہ غرض اسطرح حاصل نہیں ہوسکتی کہ خود خدائے تعالیٰ مجسم ہو کر زمین پر ظاہر ہو اور ہمارے ساتھ میل جول اختیار کرے بلکہ وہ غرض اسطرح حاصل ہوتی ہے کہ انسان نفسانی خواہشوں اور ادنےٰ ارادوں سے پاک ہو کر روحانی طور پر درجہ بدرجہ ترقی کرتا ہوا خدا کی طرف بڑھے۔ وہ کامل وجود جو دنیا پر خدا کا چہرہ ظاہر کرتا ہے وہ خدا نہیں ہوتا جو انسان کی شکل میں مجسم ہو کر ظاہر ہوتا ہے بلکہ وہ ایک انسان ہوتا ہے

جس کی ذات خدائے تعالیٰ کی محبت میں بھسم ہو جاتی ہے اور اسطرح وہ خدائی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے۔ اُس کا نمونہ دوسروں کے لیئے ایک محرّک ہوتا ہے اور وہ دوسروں کی پیروی کیلیئے ایک اُسوہ حسنہ بن جاتا ہے وہ اپنی مثال سے یہ دکھاتا ہے کہ کسطرح ایک محض انسان خدا سے مل سکتا ہے اسی وجہ سے اسلام میں اس وسیع اصول کی تعلیم دی گئی ہے کہ کوئی شخص اس سے محروم نہیں کیا گیا کہ وہ خدا سے ملے اور الہام آلٰہی کے سرچشمہ سے سیراب ہو اور یہ کہ یہ انعام اُس کامل وحی کی پیروی سے حاصل ہو سکتا ہے جو قرآن شریف میں موجود ہے۔

(۳) آخرت پر ایمان بھی ایک ایسا اعتقاد ہے جو سب مذہبوں میں پایا جاتا ہے اور ایک مسلمان کے اعتقادی اصول میں یہ تیسرا اصل ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو اعمال انسان اِس عالم میں کرتا ہے اُسکے لیئے وہ ایک دوسرے عالم میں جوابدہ ہوگا۔ دوسرے عالم کا مسئلہ جیسا اسلام میں کھولکر بیان کیا گیا ہے ایسی صفائی سے کسی اور مذہب میں بیان نہیں کیا گیا۔ اسلام کی تعلیم کے بموجب دوسری زندگی موجودہ زندگی سے کسی لمبی چوڑی حد فاصل کے ذریعہ جُدا نہیں کی گئی بلکہ آنے والی زندگی اسی زندگی کے سلسلہ میں واقع ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ۝ (بنی اسرائیل - ۲) یعنی ہم نے اسی زندگی میں انسان کے اعمال کے نتائج اُس کی گردن کے ساتھ لگادیئے ہیں اور ان مخفی نتائج کو قیامت کے دن ایک کتاب کی شکل میں نکالیں گے جس کو وہ کھُلا ہوا دیکھے گا۔ پھر اسی سورۃ میں ایک اور مقام پر فرمایا ہے۔ مَن كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ (بنی اسرائیل - ۸) یعنی جو شخص اس عالم میں (روحانی طورپر) اندھا ہو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ اس آیت کے رُو سے انسان کی دوزخی زندگی جس کو اندھاپن کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسی عالم میں شروع ہو جاتی ہے اسی طرح بہشتی زندگی بھی اسی عالم سے شروع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف

فرماتا ہے یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ٥ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ٥ (فجر) یعنی اے اطمینان یافتہ دل اپنے رب کی طرف واپس آ۔ اس حال میں کہ تیرا رب تجھ پر راضی ہے اور تُو اپنے رب پر راضی ہے اس لیے میرے بندوں میں داخل ہوجا اور میرے جنّت میں داخل ہوجا۔

عقبیٰ کے متعلق قرآنی تعلیم سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ دوسری زندگی کا بہشت اور دوزخ اُنہی نیک یا بداعمال سے روحانی نتائج کی محض تصویریں ہیں جو انسان اس دنیا میں کرتا ہے مثلاً دوزخ کی آگ اِس زندگی کی دل کی سوزشوں کی ایک واضح تصویر ہے اور اُس زندگی کے زنجیر اِس زندگی کی اُن خواہشات کی تصویریں ہیں جو انسان کو ہر وقت زمین کی طرف جُھکائے رکھتی ہیں علیٰ ہذا القیاس جنّت کی نعمتیں صرف اُس روحانی راحت اور لذّت کی تصویریں ہیں جو راستباز لوگ اسی عالم میں محسوس کرتے ہیں۔

اب میں مختصراً اسلام کے اُن تین اصول کا ذکر کرچکا ہوں جو اعتقاد سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ان کے ساتھ میں یہ بھی ظاہر کردینا مناسب سمجھتا ہوں کہ ایمان بالغیب میں وہ وسایط بھی شامل ہیں جن کو ہم ملائکہ کہتے ہیں اور جو کہ خدائے تعالیٰ اور انسان کے درمیان بطور واسطہ کے کام کرتے ہیں۔ لیکن ایمان بالملائکہ کا یہ مطلب نہیں کہ محض زبانی طور پر اس مضمون کے چند کلمات زبان پر جاری کیے جاویں۔ برخلاف اسکے۔ ایک سچّے مسلمان کی زندگی پر اس ایمان کا ایک عملی اثر واقع ہوتا ہے۔ مَلَک کا کام ہے کہ وہ انسان کو نیکی کی ترغیب دیتا ہے اور ملائکہ کو ماننے کا یہ مطلب ہے کہ فوراً اس ترغیب کے بعد اُس نیکی پر عمل کرے یہ ہے اصلی حقیقت ایمان بالملائکہ کی۔

اس کے بعد میں اسلام کے اُن دو اصول کی .... طرف رجوع کرتا ہوں جو عمل سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ میں پہلے بیان کرچکا ہوں اسلام میں

اعمال مذہب کا ایسا ہی ضروری جزو ہیں جیسا کہ ایمان - اسلام کے علاوہ جو مذاہب دنیا میں موجود ہیں وہ دو اقسام میں منقسم ہوتے ہیں اوّل وہ جنہوں نے مذہب کے عملی پہلو کو بالکل فراموش کر دیا ہے اور دوسرے وہ جنہوں نے اپنے پیروؤں کے سروں پر رسومات کا ایک پہاڑ لاد دیا ہے اور چھوٹی چھوٹی رسوم کے پیچ در پیچ پھندوں میں اُن کو جکڑ دیا ہے۔ اسلام ان دونوں قسم کے مذاہب کے درمیان ایک اوسط حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام انسان کے قویٰ کی تکمیل کیلئے عام ہدایتیں دیتا ہے اور پھر ہر ایک شخص کے لیئے کافی گنجائیش چھوڑتا ہے کہ وہ موقعہ اور محل دیکھکر اُن ہدایات کو کام میں لاوے۔ اگر مذہب کے ساتھ ایک مضبوط عملی پہلو نہ ہو تو ایسا مذہب جلدی ہی ایک خیالی مذہب میں تبدیل ہو جاتا ہے اور اُس کا انسان کی عملی زندگی پر کوئی اثر نہیں رہتا۔ اسلام کے احکام دو حصوں پر منقسم ہیں ایک حصّہ حقوق اللہ کے متعلق ہے اور دوسرا حصّہ حقوق العباد کے متعلق ہے اور اِن دونوں قسموں کے احکام انسانی فطرت کے اُس گہرے علم پر مبنی ہیں جو اُس فطرت کے خالق کو ہی ہو سکتا تھا اور اُس کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں۔ وہ انسان کی ترقی کے تمام مرحلوں کو اپنے اندر لیئے ہوئے ہیں اور اس لیئے اُن میں مختلف اقوام کی ضروریات کے لیئے عجیب موزونیّت پائی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں جیسا کہ ایک معمولی درجہ کے انسان کے لیئے ہدایات ملتی ہیں ایسا ہی اُس میں بڑے بڑے حکما ر اور فلاسفروں کے لیئے بھی ارشادات موجود ہیں اور جیسا کہ ادنےٰ درجہ کی قوموں کے لیئے یہ کتاب ایک ہدایت نامہ ہے ایسا ہی نہایت ہی مہذب قوموں کے لیئے بھی یہ نور اور ہدایت اور شفا رہے۔ اس کے احکام کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ آسانی سے قابل عمل در آمد ہیں اور اس لیئے جیسا کہ اسلام کے اصول وسیع اور عالمگیر ہیں ایسا ہی اس کے احکام بھی وسیع اور عالمگیر ہیں جو تمام زمانوں اور تمام قوموں کی ضروریات کے لیئے نہایت موزون ہیں۔

سورہ بقرہ کی وہ آیات جو میں اوپر درج کر چکا ہوں وہ اسلام کی تعلیم کو (جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں) خلاصہ کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ وہ دو اصول جو عمل سے تعلق رکھتے ہیں جب انکو وسیع معنوں میں لیا جاوے تو وہ علی الترتیب اُن احکام کو ظاہر کرتے ہیں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے متعلق ہیں صلوٰۃ یا نماز میں انسان اپنے دل کے خیالات کا اظہار کرتا۔ خدائے تعالیٰ کے آگے عاجزی سے التجا کرتا اور روح کی نہایت ہی سچی خواہشوں کو ادب اور انکسار کے ساتھ روح کے خالق کے سامنے پیش کرتا ہے۔

اسلام میں جیسا دوسرے اصول کی توسیع اور تکمیل کی گئی ہے ایسا ہی عبادت کے مسئلہ کو بھی انتہائی نقطہ تک پہنچایا گیا ہے۔ قرآن مجید کے رو سے عبادت اُس تزکیۂ قلب کا سچا ذریعہ ہے جس کے بغیر انسان خدائے تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور جو کہ خدائے تعالیٰ سے ملنے کا ایک ہی ذریعہ ہے قرآن شریف فرماتا ہے اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ وَ لَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ (عنکبوت۔ ۵) یعنی جو کچھ کتاب میں سے تیری طرف وحی ہوا ہے اُسے پڑھکر سنا اور نماز پر قائم رہ کیونکہ نماز بے حیائی کے کاموں اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سب چیزوں سے بڑھ کر ہے۔ اس لیئے اسلام نماز کی تاکید کرتا ہے کیونکہ یہ اخلاقی ترقی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ ایسی نماز جو صرف ایک رسمی رنگ میں ادا کیجاوے جس میں کوئی روح اور کچھ جان نہ ہو اور جس کو دل کے اخلاص کے بغیر پڑھ لیا جاوے ایسی نماز وہ نماز نہیں جس کی اسلام تعلیم دیتا ہے ایسی نماز کے متعلق خدائے تعالیٰ فرماتا ہے فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلٰوتِھِمْ سَاھُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُوْنَ ۵ (ماعون) یعنی ہلاکت ہے اُن نماز پڑھنے والوں کے لیئے جو اپنی نمازوں سے بے خبر ہیں وہ

جو صرف دکھلاوے کی نماز پڑھتے ہیں۔

روح کے تزکیہ کے لیئے قرآن شریف روزے کا بھی حکم کرتا ہے۔ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا۔ اگرچہ یہ الفاظ اوّل اوّل ایک دوسرے نبی کے منہ سے نکلے مگر یہ ایک ایسی سچائی ہے جس پر اسلام نے ہی عمل کیا ہو۔ روزہ صرف کھانے یا پینے سے پرہیز کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ ہر ایک قسم کی بدی سے پرہیز کرنا بھی روزہ دار کے لیئے ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ کھانے یا پینے کی چیزوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ بلکہ کھانے سے پرہیز کرانے میں بھی انسان کو یہ سبق دینا منظور ہے کہ جب وہ خدا کے حکم سے ایک جائز اور حلال چیز کو ترک کر دیتا ہے تو اُس کے لیئے اُن چیزوں سے پرہیز کرنا کس قدر زیادہ ضروری ہونا چاہیئے جو جائز اور حلال نہیں بلکہ حرام اور ممنوع ہیں۔ قرآن شریف میں کھلے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ روزہ انسان کی اخلاقی بہبودی کے لیئے تجویز کیا گیا ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ .... لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ (سورہ بقرہ ۲۴) یعنی تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں .... تاکہ تم بدیوں سے بچنا سیکھ جاؤ۔

بیت اللہ کا حج روحانی ترقی کی آخری منزل کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ اس روحانی سیڑھی کا نشان ہے جس میں انسان کے سارے ادنیٰ تعلقات بالکل منقطع ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے تئیں بالکل خدا کی رضا کے حوالے کر کے اپنے سارے فوائد کو خدا کے لیئے قربان کر دیتا ہے۔

اس طرح آپ نے دیکھ لیا ہو گا کہ اسلام کے سارے احکام صرف انسان کی اخلاقی بہبودی کے لیئے تجویز کیئے گئے ہیں۔ اسلام کوئی ایسا قاعدہ قائم نہیں کرتا جسکو خدائے تعالیٰ کی بے معنی عبادت کہا جا سکے۔ جو احکام اسلام نے دیئے ہیں اُن سب کی غرض انسان کے نفس کا تزکیہ ہے تاکہ وہ مزکّی و مطہر ہو کر خدائے تعالیٰ سے مل سکے جو کہ تمام پاکیزگیوں کا سرچشمہ ہے۔

اسلامی احکام کی دوسری شاخ اُن حقوق سے تعلق رکھتی ہے جو حقوق العباد کہلاتے ہیں۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان دو قسم کے احکام کا ایک دوسرے کے ساتھ گہرا تعلق ہے قرآن شریف کا ایک عظیم الشان مضمون انسان کی اخلاقی ترقی ہے۔ اور اوّل سے آخر تک قرآن شریف نے اس مضمون کو مدّ نظر رکھا ہے۔ اس کے سارے احکام کی غرض یہ ہے کہ انسانوں کو درجہ بدرجہ اُس اعلیٰ اخلاقی ترقی تک پہنچایا جاوے جہاں تک کہ انسان کے لیئے پہنچنا ممکن ہے۔ لا یؤمن احدکم حتّی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ یعنی جبتک انسان اپنے بھائی کے لیئے وہی بات پسند نہ کرے جو اپنے لیئے پسند کرتا ہے تو وہ مومن نہیں کہلا سکتا۔ یہ ایک ایسی تعلیم ہے جو سونے کے حروف میں لکھنے کے لائق ہے۔

اوّل۔ اسلام ہر ایک بناوٹی قومی تمیز کو مٹاتا ہے۔ قرآن کریم کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ شریف وہ ہے جو تم سب سے زیادہ متقی ہے یہ قول ذات کی بڑائی یا ذات کے چھوٹا پن کے اصول کو جڑھ سے اکھیڑتا ہے۔ شرافت یا کمینہ پن قرآن شریف کے نزدیک ذات پات پر مبنی نہیں بلکہ اعمال پر مبنی ہے۔ اسلامی تعلیم کے رو سے کل نسل انسان ایک کنبہ کی طرح ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (حجرات۔ ۲) اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو ہم نے تم سب کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تمھارے قبائل و کنبے بنا دیئے جس کی غرض صرف یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ مگر خدائے تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں زیادہ شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے اسطرح اسلام ایک وسیع اخوّت کی بنیاد ڈالتا ہے جس میں تمام مرد و زن خواہ کسی قوم۔ ذات یا خاندان سے تعلق رکھتے ہوں اور خواہ سوسائٹی میں ان کی کیسی ہی حیثیت ہو اور خواہ کونسا پیشہ رکھتے ہوں خواہ امیر ہوں یا غریب ہوں اُن کے حقوق یکساں ہیں اور کسی کو یہ اختیار نہیں کہ اپنے بھائی کے حقوق کو دبالے۔ اس اخوّت میں ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ دوسرے سے ایسا ہی سلوک کرے

جیسا اپنے بھائی سے سلوک کرنا چاہیئے چنانچہ اسلام میں حکم ہے کہ آقا اپنے غلام کو وہی کپڑے پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور وہی کھانا کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور اُس کو کمینہ یا حقیر نہ سمجھے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ٥ یعنی جیسا مرد کے حقوق عورت پر ہیں ایسا ہی عورت کے حقوق مرد کے ذمہ ہیں۔ کوئی شخص کسی حق سے اپنے پیشہ یا ذات کی وجہ سے محروم نہیں ہو سکتا اور یہ عظیم الشان اخوّت صرف لفظوں تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم اور آپکے خلفائؓ اور صحابہؓ کے اعلیٰ نمونوں کی وجہ سے یہ اخوّت عملدرآمد میں آکر ایک زندہ طاقت بن گئی۔ اسلامی اخوّت کا محکم اصول آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ لا یؤمن احدکم حتّٰی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ یعنی تم میں سے ہر ایک اُسی وقت مومن کہلا سکتا ہے جب وہ اپنے بھائی کے لیئے وہی بات پسند کرے جو اپنے لیئے پسند کرتا ہے۔

لیکن اگرچہ اسلام حقوق کی مساوات کی تعلیم دیتا ہے مگر ساتھ ہی اس کے اولی الامر کی نہایت اعلیٰ درجہ کی اطاعت کا بھی سبق سکھاتا ہے۔ گھر وہ اصلی درس گاہ ہے جہاں انسان کی اخلاقی تربیت کا آغاز ہوتا ہے اور اِس لیئے قرآن شریف میں والدین کی اطاعت پر بڑا زور دیا گیا ہے اس بارے میں قرآن کریم کی ایک آیت یہاں نقل کی جاتی ہے۔ وَقَضٰی رَبُّكَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ٥ (بنی اسرائیل - ۳) اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اُس کے سوا اور کسی کی پرستش نہ کیجاوے اور تیرے رب نے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر اُن میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے

بڑھاپے تک پہنچ جائیں تو انہیں اُف تک بھی نہ کہو اور نہ اُن کو جھڑکو۔ نہایت مہربانی سے اُن سے کلام کرو اور نہایت محبت سے عاجزی کے بازو اُن کے آگے جھکاؤ۔ اور اُن کے لیئے یہ دُعا کرو۔ اے میرے رب اُن دونوں پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے میری پرورش کی جب کہ میں چھوٹا تھا۔ ایک اور مقام قرآن کریم فرماتا ہے کہ ایک ہی صورت ہے جس میں انسان کو اپنے والدین کا حکم نہیں ماننا چاہیئے اور وہ صورت یہ ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کا حکم کریں۔ والدین کی یہ اعلیٰ درجہ کی فرمانبرداری ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعہ ہر ایک فرماں روا کی اطاعت کا اعلیٰ خلق انسان کو بآسانی حاصل ہوتا ہے۔ اور ہر ایک بااختیار انسان کی فرمانبرداری کے بارے میں قرآن شریف فرماتا ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (نساء-۸) یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ اُس کے رسول کی اطاعت کرو اور اُن کی اطاعت کرو جن کے ہاتھ میں عنانِ حکومت ہے۔ اولی الامر کے لفظ سے صرف حکام ہی مراد نہیں ہیں بلکہ ہر ایک ایسا شخص بھی مراد ہے جس کو کسی طرح کا اختیار حاصل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ یعنی تم میں سے ہر ایک بادشاہ ہے اور ہر ایک سے اُس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائیگا۔ اسلام کا حکم ہے کہ ہر ایک شخص اپنے افسروں کی اطاعت کرے اور یہ ایسی تعلیم ہے جس سے تمام قسم کی بغاوتیں اور شورشیں جڑھ سے کاٹی جاتی ہیں۔ صاحبِ اختیار افسر خواہ کسی مذہب کا پیرو ہو۔ اُس کی اطاعت مسلمانوں پر ایسی ہی فرض ہے۔ جیسی کہ والدین کی اطاعت فرض ہے خواہ والدین اسلام کے سوا کسی اور مذہب کے پیرو ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کے رُو سے ایک مسلمان کا فرض ہے کہ خواہ ایک حبشی غلام کو بھی امیر بنایا جاوے تو اُس کی بھی اطاعت کرنی چاہیئے۔ الغرض حقوق کی مساوات اور افسر یا حاکم کی اطاعت یہ دو اسلامی سوسائٹی

کے بنیادی اصول ہیں۔ اور اس بنیاد پر اسلام نے جو ایک وسیع عمارت کھڑی کی ہے۔ میرا مختصر وقت مجھے اجازت نہیں دیتا کہ میں اس موقعہ پر اُس کی تفصیل بیان کروں تاہم میں اسلامی اخوّت کی ایک خصوصیت بیان کرنے سے نہیں رُک سکتا۔ ہر ایک مذہب نے خیرات اور صدقہ کی تعلیم دی ہے مگر اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے اپنے پیرؤوں کیلئے صدقہ کا ادا کرنا فرض اور لازم ٹھہرا دیا ہے اس کا نام زکوٰۃ ہے اور اس کا ادا کرنا ایک مسلمان کے لیئے ایسا ہی فرض ہے جیسا نماز۔ روزہ۔ اور حج کا ادا کرنا۔ ہر ایک شخص کو جو ایک مقدار مقرّرہ سے زیادہ مال کا مالک ہو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اُس مال کا ایک مقرّرہ حصّہ الگ کر دے۔ ایسے الگ کیئے ہوئے حصّہ کو بادشاہ یا امام جمع کرکے مندرجہ ذیل مصارف پر خرچ کرے۔

(۱) مساکین و فقراء کی امداد کے لیئے۔

(۲) محکمہ زکوٰۃ کے ملازمین کی تنخواہیں ادا کرنے کے لیئے۔

(۳) غلاموں کو اپنی آزادی حاصل کرنے میں مدد دینے کے لیئے۔

(۴) ایسے قرضداروں کی امداد کے لیئے جو قرض ادا نہیں کر سکتے۔

(۵) ابناء سبیل کی امداد کے لیئے۔

پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ اس صدقہ کے علاوہ جس کا ادا کرنا مسلمان کے لیئے فرض ہے اور جس کا نام زکوٰۃ ہے عام صدقہ و خیرات کے لیئے قرآن شریف میں جابجا تاکید کی گئی ہے۔ غلاموں کا آزاد کرنا اور غریبوں کو کھلانا انکو بار بار بڑی نیکی کے کام بیان کیا گیا ہے چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا أَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ أَوْ إِطْعٰمٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ تجھے کونسی چیز بتلائے گی کہ گھاٹی کسے کہتے ہیں یہ گردنوں کے آزاد کرنے اور بھوک کے دن یتیم رشتہ دار یا خاک میں پڑے ہوئے مسکین کو کھانا

کھلانے کا نام ہے (سورہ بلد)

میں اس مختصر پرچے میں اسلام کی اخلاقی تعلیم کی تفاصیل بیان نہیں کر سکتا۔ یہ انسانی اعمال کی تمام شاخوں پر حاوی ہیں اور ان کے ذریعہ انسان کے تمام قویٰ کی تکمیل ہوتی ہے۔ اسلام ہر ایک صفت کو جو انسان کے اندر رکھی گئی ہے عمل میں لاتا ہے اور ان صفات کے استعمال پر صرف ایک قید لگاتا ہے اور وہ قید یہ ہے کہ ہر ایک صفت کا استعمال اُس کے مناسب محل اور موقع پر ہونا چاہیئے۔ مثلاً وہ عفو کی تعلیم دیتا ہے مگر ساتھ ہی یہ شرط ہے کہ جب جرم اس قسم کا ہو کہ اُس کی اصلاح اور انسداد کے لیئے سزا کا دینا ضروری ہو تو اس جرم کے اندازہ کے مطابق سزا دینی چاہیئے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ عَفَىٰ وَاَصْلَحَ یعنی معاف کرو جب تم دیکھو کہ معافی کا نتیجہ اصلاح ہوگا۔ اسی طرح اسلام سکھاتا ہے کہ نہایت ہی دشوار موقعوں پر بھی اعلیٰ اخلاق سے کام لو۔ دیانتداری اختیار کرو خواہ ایسا کرنے سے تم مشکلات میں کیوں نہ پھنسو۔ سچ بولو خواہ سچ بولنے سے تمہارا اپنا یا تمہارے پیاروں اور عزیزوں کا نقصان کیوں نہ ہو اپنے فوائد و اغراض کی قربانی کر کے بھی دوسروں کے ساتھ ہمدردی کرو اور سخت سے سخت مصائب کے وقت صبر سے کام لو اور اُن لوگوں سے بھی نیکی کرو جو تم سے بدی کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی اس کے وہ درمیانی راہ پر چلنے کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ سکھاتا ہے کہ جو اعلیٰ صفات تم میں رکھی گئی ہیں اُن کو عمل میں لاؤ مگر ساتھ ہی اپنا کاروبار بھی کیئے جاؤ۔ اسلام یہ تعلیم نہیں دیتا کہ تم دنیاوی تعلقات کو قطع کر دو۔ یہ عفت کی تعلیم دیتا ہے مگر یہ نہیں کہتا کہ تم اپنے تئیں خوجہ بنا دو۔ وہ کہتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی عبادت کرو مگر یہ نہیں کہتا کہ کاہن بن کر عبادت کرو۔ وہ کہتا ہے کہ اپنے مالوں کو خرچ کرو مگر اس طرح نہیں کہ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا کے مصداق ہو جاؤ (یعنی ایسا نہ ہو کہ خود تہیدست ہو کے پچھتاؤ اور لوگوں کی ملامتوں کا نشانہ ٹھہر جاؤ) وہ کہتا ہے کہ اطاعت کرو مگر اس طرح نہیں کہ اپنے تئیں ذلیل بنا دو۔ وہ عفو کی تعلیم دیتا ہے مگر ایسی عفو نہیں جس سے جرائم پیشہ لوگ جرم کے ارتکاب میں دلیر ہو جاویں۔ ...... اور ملک پر تباہی نازل ہو۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ

حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی طبیعت خدا کے فضل سے دن بدن صحت کی طرف ترقی کر رہی ہے اور امید ہے کہ غالباً ایک ماہ تک زخم بالکل بھر جائیگا۔ جلسہ کے بعد آپ کی دوبارہ بیماری پر جملہ انجمنوں کو خصوصیت سے دعا کی طرف توجہ دلائی گئی تھی۔ سو خدا کا شکر ہے کہ اس نے ان دعاؤں کو جو سب جماعت کے دلوں سے نکل رہی تھیں قبول فرمایا اور حضرت خلیفۃ المسیحؓ کو مرض کے ایسے خطرناک مراحل سے با امن گذارا کہ آپ کی شفا یابی ایک اعجازی رنگ اپنے اندر رکھتی ہے۔ درحقیقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ رؤیا جس میں اتنی مدت وقت سے پہلے آپ کا گھوڑے سے گرنا بتایا گیا تھا صاف اشارہ کر رہا تھا کہ یہ کوئی خطرناک امر ہے۔ کیونکہ معمولی طور پر تو لوگ گھوڑوں سے گرتے ہی ہیں ان ایام میں مرض نے بعض وقت ایسی خطرناک اور پیچیدہ صورتیں اختیار کیں کہ خدام گھبرا گئے مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے حضرت کو گویا دوبارہ زندگی عطا فرمائی۔ حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی اس بیماری نے جماعت کے دلوں میں خاص طور پر دعا کی طرف توجہ پیدا کر دی اور اس طرح پر آپ کا مرض نہ صرف آپ کے اپنے مراتب کی ترقی کا باعث ہی ہوا بلکہ ساری احمدی قوم میں سوز و گداز اور انابت الی اللہ پیدا کرنے کا موجب ہو کر عملی طور پر ان کو وہ روحانی مدارج طے کرانے والا ٹھہرا ہے۔ جو بڑے بڑے مجاہدات سے طے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب احباب کو حضرت کی اس بیماری سے یہ فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے کہ وہ ہر ایک قسم کی شوخیوں اور گستاخیوں کو چھوڑ کر خدا کے سچے فرمانبردار بندوں کی طرح عجز و نیاز سے اس کی درگاہ میں جھکے رہیں اور اپنے بھائیوں کے ساتھ اس تذلل اور انکسار سے برتاؤ کریں جو رحماء بینھم کا الٰہی ارشاد چاہتا ہے۔ درحقیقت جو ابتلا خدا کے برگزیدہ لوگوں پر آتے ہیں وہ نہ صرف ان کے اپنے اصطفا کے لئے ہوتے ہیں بلکہ ان سے وہ لوگ بھی فائدہ اٹھاتے ہیں جو ان سے روحانی تعلق رکھنے والے

ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ مصائب گو بظاہر مصائب کہلاتی ہیں مگر انکے نیچے بڑے بڑے ثمار الٰہی مخفی ہوتے ہیں۔

چندہ کی تحریک جیسا کہ گذشتہ نمبر میں اطلاع دی گئی تھی مجلس معتمدین کی یہ تجویز کہ سب احباب کم از کم بحساب دو پیسے فی روپیہ اپنی آمد میں سے چندہ دیں۔ عملی رنگ میں لانیکے لیئے احباب کے سامنے پیش کی جاچکی ہے۔ اس وقت تک بہت تھوڑے احباب کی طرف سے اس کا جواب آیا ہے۔ سب سے اول قابل ذکر انجمن احمدیہ فیروزپور ہے۔ جہاں منشی فرزند علی صاحب نے سب سے پہلے اس تجویز کو عملی جامہ پہنایا۔ اور بجائے دو پیسے کے اڑھائی پیسے فی روپیہ چندہ کا سب احباب سے اقرار لیا۔ زائد رقم مقامی ضرورت کا کام دے گی۔ منشی فرزند علی صاحب کی یہ کوشش بہت قابل شکریہ ہے جزاکم اللہ خیراً۔ اسکے علاوہ ذیل کی انجمنوں اور احباب کی طرف سے بھی اس تجویز پر عملدرآمد کی اطلاع آئی ہے۔

بابو ایوب احمد صاحب خوشاب۔ انجمن احمدیہ چندوسی۔ انجمن احمدیہ پشاور۔ انجمن احمدیہ ڈیرہ غازیخاں۔ بابو عبدالحی صاحب۔ منشی ہاشم علی صاحب گرداور۔ اور انجمن انبالہ۔

اب دوبارہ سب انجمنوں کو میں اس تجویز کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ معمولی ماہوار چندوں کی کمی کی وجہ سے بعض مدات مقروض ہو رہی ہیں اور جتنے دن اس نئی تجویز کے عملدرآمد میں آنے میں زیادہ لگیں گے اسی قدر بوجھ ان مدات پر بڑھتا چلا جاوے گا جسے پھر خاص چندوں سے پورا کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ مدرسہ احمدیہ کی آمد تو اس وقت بہت ہی کم ہو رہی ہے اور خرچ بڑھ رہا ہے اور ابھی اور بھی اس کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔ تاوقتیکہ آمد میں کوئی معقول ترقی کی صورت نظر نہ آوے۔ مدرسہ میں کوئی ترقی نہیں ہو سکتی۔ لنگرخانہ کی آمد بھی ابتک اسکے اخراجات کو پورا نہیں کرتی اشاعت اسلام کی مد میں بھی آمدنی سال گذشتہ کے خرچ سے کم ہوا ہے۔ اور ابھی صرف ایک کتاب دو سو صفحہ کی اور وہ بھی پانچ ہزار کی تعداد میں چھپی ہے۔ حالانکہ اسکے بعد ایک دو سال تک قرآن شریف کے ترجمہ کے چھپوانیکا

اہم خرچ در پیش ہوگا جس کے لئے ابھی سے انتظام خرچ رکھنا ضروری ہے۔
عمارت جو شروع ہو چکی ہے خود اس کی تکمیل ابھی بہت سا روپیہ چاہتی ہے ان
ساری ضرورتوں کو پیش کرنے سے میری غرض یہ ہے کہ اگر ماہوار چندوں میں
کافی اضافہ ہو جاوے تو معمولی اخراجات کے چلانے کے لئے وہ کافی ہو سکتے
ہیں۔ مگر اس کے لئے ضرورت ہے کہ انجمنوں کے سکرٹری اور دیگر کارکن احباب کچھ
دنوں کے لئے کمر ہمت باندھ لیں۔ اور ان ضروریات کو ایسی طرح پر احباب کے ذہن نشین
کریں کہ یہ نئی تجویز جلدی عملدرآمد میں آسکے۔ میرے دوستو بہت سے ضروری کام
رُکے پڑے ہیں ایسا نہ ہو کہ ہم تو اپنے شغلوں میں لگے رہیں اور ہمارے نام
غافلوں میں لکھے جاویں ہمیں اس وقت بہت باتوں کی ضرورت نہیں کام کی
ضرورت ہے۔ عملی رنگ کو اختیار کرو کیونکہ یہی وہ رنگ ہے جس میں ہر ایک نبی خدا
کے ہاتھ سے رنگا جاتا ہے۔ اور یہی وہ گُر ہے جو ہر ایک نبی نے لوگوں کو سکھایا
ہے۔ پس اپنی عملی قوتوں کو تیز کرو اور ہر ایک بات میں عملی رنگ اختیار
کرو۔ اگر عملی رنگ ہم لوگ اختیار نہیں کرینگے تو ہماری سب باتیں ایک نرا
تخیلات کا مجموعہ رہ جاوے گا۔ جو دنیا میں کبھی باروَر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ
بغیر عمل کے کوئی کامیابی نہیں اگر تم کوئی کام کرکے دکھاؤ گے تو تمھیں یہ کہنے
کی بھی ضرورت نہیں رہے گی کہ ہم نے فلاں کام کیا ہے لوگوں کے دل خود
محسوس کریں گے۔ پس میں دوبارہ سہ بارہ یہ التجا کرتا ہوں کہ ان امور کی طرف
بہت جلد توجہ کرو ایسا نہ ہو کہ سال کے اخیر پر ہم جہاں تھے وہیں ہوں اور ہمارے
کاروبار میں کوئی نمایاں ترقی نظر نہ آوے اسوقت سال میں سے پانچ ماہ کے قریب
تو گذر چکے ہیں۔ اگر اخیر فروری تک یا زیادہ سے زیادہ پندرہ مارچ تک سب
انجمنوں کی طرف سے اطلاع آجاوے تو اس نئی تجویز پر چھ ماہ کے تجربہ سے ہم آئندہ
سال کے لئے کچھ کہنے کے قابل ہو جاویں گے۔

مدرسہ تعلیم الاسلام کا سالانہ معاینہ یکم و ۲- فروری کو ہو چکا ہے۔ افسر ڈیپا

ملاحظہ کرکے بہت خوش ہوئے ہیں ضروری حالات رپورٹ معاینہ کے پہنچنے پر درج ہو سکیں گے۔ بورڈر باہر کی عمارت میں چلے گئے ہیں۔ امید ہے۔ ..... کہ انشاء اللہ تعالیٰ گورنمنٹ ہمیشہ کے لیئے مولوی صدر الدین صاحب کی خدمات منتقل کرنا منظور کرے گی۔

محمد علی
سکرٹری صدر انجمن احمدیہ

ریویو

نورِ دل۔ ایک چھوٹی سی نظم ہے جو شیخ رحیم بخش صاحب نومسلم واعظ اسلام کی تصنیف ہے اور جس کی دوسری ایڈیشن انہوں نے حال میں شائع کی ہے۔ شروع میں حمد الٰہی ہے اور اس کے بعد ایک لمبی مناجات ہے آخر میں مختصر الفاظ میں بائبل کے اُن حصوں کی طرف توجہ دلائی ہے جو فحش کی حد سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ افسوس ہے کہ پادری صاحبان ایسی غلیظ تعلیم اپنی بغلوں میں دبائے قرآن جیسی پاک کتاب پر حملہ کرتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو لوگ اسلام پر ناپاک حملے کرنے میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں جب اُنکی اپنی مقدس کتابوں اور پستکوں کو ٹٹولا جاتا ہے تو اُن میں اس قدر گند پایا جاتا ہے کہ ایک شریف آدمی اُن کو پڑھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ یہ اُن کے اسلام پر حملہ کرنے کی ایک سزا ہے جو خدائے تعالیٰ نے اُن کے لیئے تیار کی ہے۔ ہندوؤں میں اسلام پر حملہ کرنے والے آریہ صاحبان ہیں اور اُن کو خدائے تعالیٰ نے یہ سزا دی ہے کہ اُن کی کتاب میں اُن کے گرو کے ہاتھوں سے نیوگ جیسی ناپاک تعلیم لکھوا دی دوسری قوم جو اسلام پر حملے کرتی ہے وہ پادری صاحبان کی جماعت ہے۔ اُن کی بائبل میں جو جو فحش باتیں لکھی ہیں اُن کو نقل کرکے میں اپنے ریویو کے صفحات کو ناپاک کرنا پسند نہیں کرتا۔ نورِ دل میں سے ایک حوالہ صرف اس لیئے یہاں نقل کرتا ہوں تا ناظرین کو معلوم ہو کہ مسیحی صاحبان جو اسلامی جہاد پر اعتراض کرتے

ہیں اُن کی اپنی بائبل میں دشمنوں سے کیسا سلوک کرنے کی تعلیم دی گئی ہے
استثنا کی کتاب ۲۱ ملاحظہ کرو۔ "جب تُو لڑائی کے لیئے اپنے دشمنوں پر خروج
کرے اور خداوند تیرا خدا ان کو تیرے ہاتھ میں گرفتار کرے اور تُو انہیں اسیر
کرلائے اور اُن اسیروں میں خوبصورت عورت دیکھے اور تیرا جی اُسے چاہے۔
تو اسے اپنی جورو بنائے تو تُو اُسے اپنے گھر میں لا۔ اُس کا سر منڈوا۔ اور ناخن کٹوا۔
تو وہ اپنا اسیری کا لباس اُتارے اور تیرے گھر میں رہے اور ایک مہینہ بھر اپنے
باپ اور اپنی ماں کے سوگ میں بیٹھے۔ بعد اُس کے تُو اس کے ساتھ خلوت کر
اور اُس کا خصم بن اور وہ تیری جورو بنے۔ بعد اس کے اگر تُو اُس سے خوش
وقت نہ ہو تو جہاں وہ چاہے اُسے جانے دے"۔ پادری صاحبان اب بھی
ہماری نصیحت مانیں تو اسلامی اصول کے زیر سایہ آکر وہ اس گند سے نجات
پاسکتے ہیں اور خدا کا مقدس کلام بھی ایسے اعتراضوں سے بچ سکتا ہے۔ اور
وہ یہ بات ہے کہ یہ کتابیں چونکہ خدائے تعالیٰ کی حفاظت میں نہیں رہیں۔ اسواسطے
ان میں بہت کچھ بیگانے ہاتھوں سے مل جل گیا ہے۔ جس کا نکالنا اور الگ
کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ بہتر ہے کہ اِس ساری کتاب کو ہی تحریف شدہ اور منسوخ
شدہ تسلیم کر کے بالائے طاق رکھا جائے۔ اور اسلام کو قبول کر لیا جائے تاکہ
سب جھگڑے دُور ہوں۔ یہ رسالہ مصنف سے اور نیز محمد یٰسین و محمد یٰسین تاجران
قادیان سے بقیمت ۔ر مل سکتا ہے ۱۶ جلد کے لیئے ؎ ۔ ۵۰ جلد کیلیئے ۱۲ ؍
گوشت خوری ۔ اس نام کا رسالہ حال میں منشی برکت علی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ
شملہ نے شائع کیا ہے۔ اس رسالہ میں منشی صاحب نے اپنی اُن تین تقریروں کو نقل
کیا ہے جو انہوں نے اکتوبر ۱۹۰۲ء میں آریہ سماج کے ساتھ ایک مباحثہ کے
موقعہ پر پڑھیں۔ تقریریں نہایت معقول اور مدلل ہیں۔ علاوہ ازیں آریوں کی
کتابوں سے نہ صرف گوشت خوری کو جائز ثابت کیا ہے بلکہ یہ بھی دکھایا ہے کہ ویدوں کے
زمانہ میں گائے کا گوشت بھی آریہ ورت میں عام طور پر استعمال کیا جاتا تھا اور

جابجا ہندوؤں کی دوکانوں میں بکتا تھا قیمت ۳ر مصنف سے مل سکتی ہے۔

پیدائیش عالم:- جس میں پنڈت دیانند کے اُن تمام دلائل پر محققانہ رنگ میں بحث کی گئی ہے جو پنڈت مذکور نے ازلیت دنیا کے بارے میں ستیارتھ پرکاش وغیرہ کتابوں میں دیئے ہیں اور قوی دلائل سے دنیا واجزائے دنیا کا حادث ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ منشی محمد عمرالدین صاحب احمدی مقیم شملہ کی تصنیف ہے۔ ۶۴ صفحہ۔ قیمت ۳ر ملنے کا پتہ۔ مولوی قاسم علی صاحب مالک اخبار الحق۔ ترا ہا بیرام خاں دہلی۔

فغانِ دلِ دردمند یعنی مسدس ناصر مصنفہ سید ناصر علی صاحب اسسٹنٹ سکرٹری انجمن احمدیہ اٹاوہ یہ ایک نہایت ہی مفید اور مؤثر نظم بدعات محرم کے بیان میں سید صاحب نے نہایت دردِ دل سے لکھی ہے۔ ۱۸ صفحہ۔ ۸ کاپیوں کی قیمت ۴ر۔ ملنے کا پتہ سید معصوم علی صاحب محلہ حکیماں۔ اٹاوہ۔

ایک مسلمان دا سدّا:- یعنی ایک مسلمان کا پیغام سکھ بھائیوں کے نام۔ اس رسالہ میں مندرجہ ذیل مضامین پر بحث کی گئی ہے۔ مسلمان اور محمدی کی فلاسفی۔ مساجد بنانے کا راز۔ مصلح عالم حقیقۃً کون ہے۔ باوا صاحب کے مسلمان ہونے کا ثبوت۔ یہ نہایت مدلل اور مفید رسالہ منشی محمد حسین صاحب کلرک چھاؤنی لاہور مصنف اذان کی فلاسفی قبلہ نما۔ وغیرہ کی تصنیف ہے جس کو انہوں نے ایک سکھ صاحب کی تازہ تصنیف کے جواب میں تحریر کیا ہے۔ ملنے کا پتہ مولوی قاسم علی صاحب ایڈیٹر الحق۔ ترا ہا بیرام خاں دہلی۔

خورشید عاقل مصنفہ بابو محمد حسین صاحب (لاہور چھاؤنی) یہ کتاب جو ناول کے رنگ میں لکھی گئی ہے۔ پھلواری سبھا (حیدرآباد سندھ) کے رسالہ سماچار کا ایک معقول جواب ہے جس میں گوشت خوری کے قابل وید دلائل بیان کئے گئے ہیں اور آریہ صاحبان کے خیالات کی مہذبانہ پیرایہ میں تردید۔ اور ختنہ کا اصل راز بیان کیا گیا ہے منشی دوست محمد صاحب کوچہ چابک سواراں شہر لاہور سے بقیمت ۱ر مل سکتی ہے۔ صفحہ ۲۴۔